قافلۂ جہاد
اور
قافلۂ پیام

محرم وصفر کا مہینہ اہلبیت رسالتؐ پر ظلم ومصائب کا مہینہ ہے۔ ان ایام میں دنیا کے ہر گوشہ میں تشنگان لب فرات اور اسیران کربلا کی یاد میں مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے اور حسین مظلوم پر نوحہ وماتم اور گریہ وزاری کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔

جی ہاں! ۱۰ محرم الحرام کو حسین مظلومؑ کی شہادت کے بعد یزید کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا تھا کیونکہ اس کو یہ اندازہ تھا کہ وحی الٰہی اور دین محمدی کا تنہا محافظ حسینؑ اب اس دنیا میں نہیں رہ گیا اور اب اسے دنیا والوں کو یہ باور کرانے میں کوئی دشواری نہ ہو گی کہ اسلام محض بنی ہاشم کا ڈھکوسلہ تھا لیکن اسے یہ اندزہ نہیں تھا کہ اسلام خالق کائنات کا پسندیدہ ترین مذہب ہے اور اس کا تحفظ ایک عظیم الٰہی مقصد ہے اسی وجہ سے اس عظیم مقصد کی راہ میں نواسۂ رسولؐ نے کربلا کے میدان میں عظیم قربانیوں کا اہتمام کیا تھا اور اپنی شہادت کے بعد بھی اپنی عظیم تحریک کی حفاظت کا بندوبست مدینہ ہی سے کر کے چلے تھے۔ جی ہاں! کاروان جہاد میں زینب (س) اور دیگر خواتین کی شمولیت کا راز یہی تھا لہٰذا ثانی زہرا حضرت زینب (س) آگے بڑھتی ہیں۔ حسینؑ مظلومؑ کی شہادت کے بعد انہیں کوفہ وشام کے بازاروں اور ابن زیاد ویزید کے درباروں کا معرکہ سر کرنا ہے۔ کاروان پیام کی قیادت کرتے ہوئے انھیں حسینی پیغام کو عام کرنا ہے چنانچہ کربلا کی اس رسن بستہ شیر دل خاتون نے ابن زیاد اور یزید پلید کے دربار میں علوی لہجے میں جو خطبے ارشاد فرمائے ہیں اس کی گونج آج بھی سنائی دے رہی ہے چودہ سو سال کے بعد بھی آج دنیا کے ہر گوشے اور گلی کوچوں سے بلند ہونے والی (یا حسینؑ) کی آواز اور گلدستۂ اذان سے (اشہد ان محمدا رسول اللہ) کی آواز اس بات کا ثبوت ہے کہ کاروان جہاد کے قائد حسینؑ مظلوم کی طرح کاروان پیام کی قافلہ سالار زینب (س) بھی اپنے مشن میں کامیاب رہیں۔ زیر نظر مقالہ میں ان دونوں قافلوں کی سرگرمیوں کا اجمالی تجزیہ حاضر خدمت ہے۔ (ادارہ)

> "... اے غلام زادے! کیا عدل و انصاف کا یہی تقاضہ ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردہ میں رکھے اور رسول خدا کی بیٹیوں کو اسیروں کی طرح دربدر کی ٹھوکریں کھلاتا رہے' انہیں بے پردہ کر کے تماش بینوں کی نگاہوں کا مرکز بنا دے اور ان پر اتنے مظالم ڈھائے کہ ان کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکے..."

کربلا کے ریگستان میں عصر کا ہنگام گزر چکا ہے۔

حسینؑ اپنے معبود کی بارگاہ میں آخری سجدہ ادا کر چکے ہیں۔ فضا میں "حسینؑ قتل ہو گئے" کی آواز گونج رہی ہے، سیاہ آندھیاں چل رہی ہیں' آسمان سے خون کی بارش ہو چکی ہے، آفتاب کو گہن لگ چکا ہے، سلگتے ہوئے حسینی خیام سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ خونیں رنگ میں ڈوبا ہوا آفتاب اپنی آخری کرنوں کو جمع کر رہا ہے اور شام غریباں آنے والی ہے' آسمان پر غیر معمولی رنج و غم طاری ہے۔ غم و تنہائی کے ماحول نے دشت کربلا کو اور زیادہ غمزدہ و ماتم دار بنا دیا ہے اور ننھے ننھے بچوں کی درد بھری آواز نے آسمان والوں کو رنج و غم میں غرق کر دیا ہے اور ان پر غیر معمولی سوگ طاری ہے لیکن دوسری طرف اہلبیت رسالت کے دشمنوں کی جماعت میں جشن شادی و مسرت کی دھوم ہے اور وہ اس بات کی خوشی منا رہے ہیں کہ وہ نواسۂ رسول کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جی ہاں! جب انسانیت زوال اور پستی کی انتہا پر پہونچ جائے تو اس سے اس حیوانیت کے علاوہ اور کس چیز کی امید کی جا سکتی ہے؟

روز عاشورہ قافلہ جہاد کے جانباز مجاہدوں نے اپنے اٹل ارادہ سے قلب سپاہ کفر کو شگافتہ کر دیا اور نفاق پوری طرح لرزہ بر اندام ہو گیا۔ اس کے بعد ان جانباز مجاہدوں نے سربلندی کے ساتھ جام شہادت نوش کر لیا اور اس طرح قافلۂ جہاد کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ لوگ انسانی عظمت و سربلندی کا اہم نمونہ تھے۔ ان کی بات آزادی و عدالت کی بات تھی، ان کا مقصد وصال حق تھا۔ حق کی راہ پر ثابت قدم رہنے کے لئے انھیں خون کے درمیان سے گزرنا پڑا اور ان لوگوں نے اسلام کے تناور درخت کو اپنے خون سے اتنا سیراب کر دیا کہ قیامت تک کے لئے یہ پوری طرح استوار و شاداب ہو جائے۔

جی ہاں! سرزمین کربلا حسینؑ اور ان کے اعزاء و اقرباء اور اصحاب و انصار کی قتل گاہ بنی ہوئی تھی۔ عصر کے وقت کربلا کی جلتی ہوئی ریگ پر شہیدوں کے خون کے تھالے جمے ہوئے تھے اور قافلۂ جہاد کے قافلہ سالار کا جسم جلی ہوئی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ دشت کربلا کے ایک طرف کڑیل جوان علی اکبرؑ کا لاشہ تھا اور دوسری طرف حسینؑ کے بچپن کے ساتھی اور بوڑھے مجاہد کربلا حبیب ابن مظاہر کا لاشہ تھا اور ایک طرف علی اصغرؑ کی ننھی سی لاش پڑی تھی۔ فاطمہؑ کا چمن تاراج ہو گیا تھا اور قافلہ جہاد کے مجاہدوں کے سر ان کے جسم سے الگ کئے جا چکے تھے۔

چند روز قبل اس قافلہ جہاد نے عظیم ارمانات اور اسلام کی نجات جیسے اعلیٰ مقصد کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا تھا کیونکہ کافی دنوں سے غلبۂ کفر نے امت اسلامیہ کی قیادت کو اپنے چنگل میں دبوچ رکھا تھا اور اب حکومت نے اپنے چہرے سے مکر و فریب کی نقاب ہٹا دی تھی اور نہایت بے شرمی کے ساتھ اسلام کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر کمربستہ تھی۔

دارالخلافت ان طاغوتی اور اسلام دشمن عناصر کی جولانگاہ بن چکا تھا جو حق و عدالت کو پوری طرح پامال کر چکے تھے اور وہ دارالخلافت جس کے ذمہ ملک و ملت کی قیادت و رہنمائی تھی' مٹھی بھر طاغوتی افراد و عناصر کی عیش گاہ بن چکا تھا اور وہاں سے رقص و سرود کی ایسی آوازیں ابھر رہی تھیں جس کی وجہ سے معلوم ہو رہا تھا کہ اسلام اب صفحۂ ہستی سے محو ہونے والا ہے۔

اور فرزند رسولؐ و جگر گوشہ بتولؑ' قافلہ سالار قافلۂ جہاد اور خانوادۂ وحی کی گرانقدر یادگار حسینؑ بن علیؑ کی رسالت و ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اپنا سب کچھ لٹا کر اسلام کی حفاظت کریں اور اپنے مقدس خون سے اس درخت اسلام کی ایسی آبیاری کر دیں کہ تا قیام قیامت اس پر کسی یزیدی باد خزاں کا کوئی اثر نہ ہونے پائے۔

☆ ☆ ☆

اب اس قافلہ میں کچھ باقی نہیں رہ گیا۔ مجاہدین اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو چکے تھے اور ان کی رسالت وذمہ داری بھی پوری ہو چکی تھی اور سردست وہ لوگ سرزمین کربلا میں اپنے ہی خون کے بستر پر محو خواب تھے۔

اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ ان مجاہدوں کے اہلبیتؑ ہیں۔ خستہ و غمگین اور غریب الوطن خواتین اور خوفزدہ بچے ایک گوشہ میں نوحہ وماتم میں لگے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے درمیان ایک خاتون صبر کا پیکر بنی ہوئی ہے اور تمام پسماندگان کی دلجوئی میں سرگرم نظر آرہی ہے۔ یہ عظیم المرتبت خاتون کبھی بچوں کو گود میں لے کر انہیں تسلی دے رہی ہے اور کبھی دوسری خواتین کو دلاسہ دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ خاتون کون ہے؟ واقعاً یہ کون ہے جس نے خاک وخون میں ڈوبے ہوئے حسینی پرچم کو دوبارہ اپنے کندھوں پر اٹھالیا ہے اور حسینی مقصد کو پایۂ کمال تک پہونچانے کا مصمم ارادہ کر چکی ہے۔

جی ہاں! یہ خاتون خانوادۂ عصمت کی شیر دل عورت، علیؑ وفاطمہؑ کی بیٹی اور حسینؑ کی خواہر عزیز زینبؑ تھیں۔ وہ زینبؑ جن کے منہ میں علیؑ کی زبان تھی یعنی جو علوی انداز میں خطابت کرتی تھیں اور جس کے کردار وعمل سے حسینی شجاعت کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔

دھیرے دھیرے ایک دوسرے قافلے کی تشکیل عمل میں آجاتی ہے۔ درحقیقت "قافلۂ جہاد" کا بالکل خاتمہ تو نہیں ہوا البتہ اس کی شکل تبدیل ہو گئی یعنی قافلۂ جہاد "قافلۂ پیام" میں تبدیل ہو گیا اور اب اس کی قافلہ سالار حضرت زینبؑ ہیں اور ان کی رسالت وذمہ داری کربلا کے پیغام کو دنیا والوں تک پہونچانا ہے۔ واضح رہے کہ زینبؑ اس عظیم وبلند مرتبہ خاتون کا نام ہے جس نے امام حسینؑ کے بعد امامت کی حفاظت وپاسداری کا فریضہ انجام دیا ہے۔

☆ ☆ ☆

گیارھویں محرم کا آفتاب طلوع ہونے کے بعد "قافلۂ پیام" کربلا سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزیدی فوج کے جلاد صفت ظالمین نے کربلا کے اسیروں اور یتیموں کے اس قافلے کو ایسے اذیت ناک انداز سے کوفے کی طرف روانہ کیا کہ تاریخ بشریت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس قافلہ کو عمداً قتل گاہ کی طرف سے لے جایا گیا اور قافلہ میں شامل تمام یتیموں اور اسیروں نے کربلا کی جلتی ہوئی ریتی پر اپنے عزیزوں کے زخمی اور سربریدہ جسم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ زینبؑ نے حسینؑ مظلوم کے لاشۂ بے سر کو دیکھنے کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے فریاد کرنا شروع کیا۔

"یامحمداه' صلی علیك ملائكة السماء! هذالحسین بالعراء' مرمل بالدماء' مقطع الاعضاء' یامحمداه' هذه بناتك سبایا وذریتك مقتلة تسفی علیها الصبا۔"

دھیرے دھیرے ایک دوسرے قافلے کی تشکیل عمل میں آجاتی ہے۔ درحقیقت "قافلۂ جہاد" کا بالکل خاتمہ تو نہیں ہوا البتہ اس کی شکل تبدیل ہو گئی یعنی قافلۂ جہاد "قافلۂ پیام" میں تبدیل ہو گیا اور اب اس کی قافلہ سالار حضرت زینبؑ ہیں۔

یعنی "اے محمدؐ! اے وہ ذات گرامی جس پر آسمانی فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں' یہ تمہارا حسینؑ ہے جو خاک وخون میں غلطاں ہے اور اس کے جسم کے ٹکڑے اس ریگستان میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ اے محمدؐ! یہ آپ کی بیٹیاں اور نواسیاں ہیں جنہیں اسیر کرلیا گیا ہے۔ اور اس میدان کربلا میں جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے یہ سب آپ کی ذریت ہیں اور ان کی لاشیں بے گور وکفن پڑی ہوئی ہیں۔

یعنی "اے محمدؐ! اے وہ ذات گرامی جس پر آسمانی فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں' یہ تمہارا حسینؑ ہے جو خاک و خون میں غلطاں ہے اور اس کے جسم کے ٹکڑے اس ریگستان میں اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں۔ اے محمدؐ! یہ آپ کی بیٹیاں اور نواسیاں ہیں جنہیں اسیر کر لیا گیا ہے۔ اور اس میدان کربلا میں جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے یہ سب آپ کی ذریت ہیں اور ان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں اور بادِ صبا ان کے جسم پر خاک افشانی کرے گی۔"

اسیروں اور یتیموں کا یہ قافلہ بے وفاؤں کے شہر میں داخل ہوا۔ اہل کوفہ قافلہ والوں کو دیکھ کر ندامت اور افسوس کے ساتھ گریہ وزاری کر رہے تھے۔ زینبؑ کو ان لوگوں کی یہ حرکت اچھی نہ لگی کہ حق کے خلاف شمشیر زنی کرنے والے اب خاندان عصمت و طہارت کی اسیر خواتین کے ساتھ محبت و ہمدردی کا مظاہرہ کریں۔ ان لوگوں نے ذلت و ندامت کے ساتھ اپنے سروں کو جھکا رکھا تھا کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حسینؑ مظلوم کو مہمان بلایا تھا اور بعد میں انہیں انتہائی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ قافلہ پیام کی سالار زینبؑ نے ان پر ندامت و رسوائی کی وجہ سے طاری خاموشی کو توڑتے ہوئے خطاب فرمایا:

"ہاں! خدا کی قسم تم لوگ جس قدر گریہ وزاری کرو وہ کم ہے کیونکہ تم غیر معمولی ذلت و رسوائی اور ننگ و ندامت سے ہم آغوش ہو چکے ہو۔ تم لوگ ندامت کے اس دھبہ کو اپنے دامن سے کبھی صاف نہیں کر سکتے۔ آخر تم لوگ ننگ و ندامت کے اس دھبہ کو اپنے دامن سے کیسے پاک کر سکتے ہو کہ تم نے نواسۂ رسولؐ اور سرچشمہ رسالت کو قتل کر ڈالا جبکہ وہ تمہارے اختلافات کو دور کرنے والے' شاہراہ زندگی میں تمہاری ہدایت و رہنمائی کرنے والے اور سردار جوانان جنت تھے۔ تم لوگوں نے انتہائی شرمناک اور ذلت آمیز حرکت انجام دی ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

"کیا تم لوگ یہ جانتے ہو کہ تم نے کس جگر کو شگافتہ اور پارہ پارہ کیا ہے' کس عظیم شخصیت کا خون کیا ہے اور کن پردہ نشین خواتین کو بے پردہ کیا ہے؟! تم لوگوں نے انتہائی حیرت انگیز اور ہولناک کام انجام دیا ہے اور تمہاری اس ہولناک حرکت کی وجہ سے ممکن ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے' زمین کا کلیجہ پھٹ جائے اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے۔"

دار الخلافت جس کے ذمہ ملک و ملت کی قیادت و رہنمائی تھی' مٹھی بھر طاغوتی افراد و عناصر کی عیش گاہ بن چکا تھا اور وہاں سے رقص و سرود کی ایسی آوازیں اُبھر رہی تھیں جس کی وجہ سے معلوم ہو رہا تھا کہ اسلام اب صفحۂ ہستی سے محو ہونے والا ہے۔

بہر حال اسیران کربلا کا یہ قافلہ کوفے کے بڑے میدان کی طرف سے گزرا اور زینبؑ کو اپنا ماضی یاد آگیا کہ ان کے بچے اسی میدان میں کھیلا کرتے تھے اور اہل کوفہ کی نگاہیں ان کے بھائیوں پر جمی رہتی تھیں۔

دار الخلافت بالکل سامنے تھا۔ زینبؑ اس کے اندر داخل ہوئیں اور انہوں نے دیکھا کہ جس جگہ پر ان کے والد حضرت علیؑ بیٹھا کرتے تھے آج اس جگہ پر "عبید اللہ ابن زیاد" بیٹھا ہوا ہے جس کے ہاتھ خون حسینؑ سے رنگین ہیں۔

زینبؑ نے ان ظالموں کی کوئی پروا نہ کی اور انتہائی رعب و جلال کے ساتھ ایک گوشے میں کھڑی ہو گئیں۔ ابن زیاد نے حیرت آمیز نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "تو کون ہے؟" زینبؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ابن زیاد نے تین مرتبہ یہی سوال کیا لیکن زینبؑ نے اس کے اس سوال کو انتہائی حقارت ولاپرواہی سے ٹال دیا۔ آخر کار ایک کنیز نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"یہ فاطمہؑ کی بیٹی زینبؑ ہیں"

ابن زیاد نے غضبناک لہجے میں کہا: "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم لوگوں کو رسوا کیا' تمہارے مردوں کو قتل کیا' تمہیں کنیز و اسیر کیا اور تمہاری وحی کو جھوٹا ثابت کر دیا۔"

زینبؑ نے حقارت بھری نگاہوں سے ابن زیاد کو دیکھا اور اس کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا: "خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر و احسان کہ اس نے ہم لوگوں کو پیغمبر اکرمؐ سے وابستہ و منسوب کیا' ہم لوگوں کو ہر قسم کی برائیوں اور آلودگیوں سے پاک و پاکیزہ رکھا۔ گنہگار شخص رسوا ہوتا ہے اور بدکار شخص جھوٹ

بولتا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ایسے لوگ ہم میں سے نہیں ہیں۔"

ابن زیاد نے طعنہ زنی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ خداوند عالم نے تمہارے گھر والوں کے ساتھ جو کیا اسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہو۔

زینبؑ نے اس کی طعنہ زنی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑی سربلندی کے ساتھ کہا۔" شہادت ان لوگوں کا مقدر تھی لہٰذا وہ لوگ انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ اپنی قتل گاہ کی طرف بڑھے اور شہادت سے ہم آغوش ہو گئے۔ خداوند عالم بہت جلد تجھ کو اور ان لوگوں کو ایک جگہ جمع کرے گا اور پھر تجھے بارگاہ عالیہ خداوندی میں اپنی کرتوتوں کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔"

ابن زیاد کو اپنے ہر سوال کے جواب میں علیؑ کی بیٹی کی زبان سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور اس میں اب اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ قافلۂ پیام کا مقابلہ کر سکے لہٰذا اس نے اسیران کربلا میں سے ایک ایک کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اچانک اس کی نظر ایک جوان مرد پر پڑی۔ اس نے پوچھا:

"تیرا نام کیا ہے؟"

"میں علی بن الحسینؑ ہوں" اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"خداوند عالم نے علی بن الحسینؑ کو کیوں قتل نہیں کیا؟" ابن زیاد نے حیرت سے پوچھا۔

حضرتؑ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"میرے ایک بھائی کا نام بھی علیؑ تھا جس کو تیرے لوگوں نے شہید کر ڈالا۔" اس کے بعد آپ نے زور دیتے ہوئے فرمایا:

"موت کے وقت خداوند عالم جانوں کو لے

لیتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں مرتا ہے۔"

یہ سنتے ہی اس ظالم نے بڑی زوردار آواز میں کہا:" تیرا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہے اور تیری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور مجھے تیری حالت پر افسوس ہے۔" اس کے بعد اس نے اپنے اردگرد کھڑے ہوئے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "دیکھو یہ جوان ہر بات کو کتنی اچھی طرح سمجھتا ہے۔ خدا کی قسم میں اس کو بھی کشتگان کربلا میں شمار کرتا ہوں۔" اس کے بعد وہ علیؑ بن الحسینؑ کے قتل کا حکم جاری کر دیتا ہے۔

روز عاشورہ قافلہ جہاد کے جانباز مجاہدوں نے اپنے اٹل ارادہ سے قلبِ سیاہ کفر کو شگافتہ کر دیا اور نفاق پوری طرح لرزہ براندام ہو گیا۔ اس کے بعد ان جانباز مجاہدوں نے سربلندی کے ساتھ جامِ شہادت نوش کر لیا اور اس طرح قافلۂ جہاد کا خاتمہ ہو گیا۔

یہی وہ وقت تھا جبکہ علیؑ کی شیر دل بیٹی زینبؑ آگے بڑھی اور اپنے بھتیجے کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے غضبناک آواز میں کہا:" اے ابن زیاد! ہوش میں آ اور اب ہم لوگوں پر مزید ظلم سے دستبردار ہو جا۔ کیا ہمارے اتنے شہیدوں کا خون پینے کے بعد بھی تو سیر نہیں ہوا؟ کیا تو نے ہمارے خاندان کے مردوں میں سے کسی کو باقی و زندہ چھوڑا ہے؟"

حضرت زینب کی غضبناک آواز نے دشمنوں پر غیر معمولی خوف طاری کر دیا اور ان لوگوں نے علی بن الحسینؑ کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور اس طرح کربلا کی شیر دل خاتون حضرت زینبؑ نے امامت کی حفاظت و پاسداری کا فریضہ انجام دیا۔

☆ ☆ ☆

اس کے بعد یہ قافلۂ پیام دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ انتہائی المناک اور جانکاہ سفر تھا۔ شہداء کے سر نیزوں پر بلند تھے اور پیغمبروں کی بیٹیاں بے محمل و کجاوہ اونٹوں پر سوار تھیں اور ظالمین راستے بھر انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہونچا رہے تھے۔ اس سفر کے دوران قافلہ پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور قافلہ سالار حضرت زینبؑ بالکل خاموش اور غور و فکر میں ڈوبی ہوئی تھیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سفر کے مصائب و آلام کا بوجھ وہ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھیں۔

دمشق کی دیواریں دور سے دکھائی دینے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ظالمین اسیران کربلا کے پورے قافلے کو لئے دربار حاکم میں داخل ہو گئے۔ حاکم کفر والحاد یزید نے شام کے بزرگوں اور نامور لوگوں کو اپنے دربار میں پہلے ہی سے مدعو کر رکھا تھا۔ اس نے حسینؑ مظلوم کے سر مبارک کو اپنے تخت کے سامنے

رکھ لیا اور حکم دیا کہ اسیروں کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

یزید نے شہداء کے سروں پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا اور چھڑی سے امام حسینؑ کے سر اور لبہائے مبارک کو اذیت پہونچانے لگا۔ وہ پاگلوں کی طرح نہایت وحشیانہ انداز میں رجز پڑھتا جا رہا تھا۔ اسی موقع پر حضرت زینبؑ کے علاوہ بنی ہاشم کی تمام خواتین گریہ وزاری میں لگی ہوئی تھیں۔ اسی اثنا میں علیؑ کی بیٹی کو جلال آگیا اور انہوں نے دربار یزید میں ایسا دلیرانہ اور شیرانہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ خود علیؑ دربار خلافت سے خطاب فرما رہے ہوں۔

"اے یزید! تونے ہمارے اوپر مصائب ڈھائے ہمارے لئے زمین کا دائرہ تنگ کر دیا اور اسیری کی حالت میں ہمیں در در پھرایا' تو کیا ان مصائب و سختیوں کی وجہ سے تونے اپنے زعم ناقص میں سمجھ رکھا ہے کہ ہم لوگ بارگاہ خداوندی میں ذلیل و رسوا ہو گئے ہیں؟ یا خداوند عالم کی بارگاہ میں تجھے کوئی قدر و منزلت حاصل ہو گئی ہے؟ یا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ ہماری یہ ذلت و رسوائی تیری عظمت و بزرگی کی نشانی ہے؟ اور تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے؟ اور اسی وجہ سے تو نہایت غرور و تکبر کے ساتھ اپنی خوشی کا مظاہرہ کر رہا ہے... یہ محض تیری خام خیالی ہے اور جیسا تو سوچتا ہے ویسا ہرگز نہیں ہے۔

"... اے غلام زادے! کیا عدل و انصاف کا یہی تقاضہ ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردہ میں رکھے اور رسول خدا کی بیٹیوں کو اسیروں کی طرح در در کی ٹھوکریں کھلاتا رہے' انہیں بے پردہ کر کے تماش بینوں کی نگاہوں کا مرکز بنا دے اور ان پر اتنے

مظالم ڈھائے کہ ان کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکے... تونے نبی زادیوں کو دشمنوں کے ذریعہ شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرایا۔ نہ ان کا کوئی محافظ تھا اور نہ ہی سفر کے دوران ذرہ برابر آرام و سکون حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا گیا بلکہ دور اور نزدیک سے لوگوں نے ان کی بے پردگی کا تماشہ دیکھا جبکہ مردوں میں سے کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔"

"... اور اب تو چھڑی سے ابا عبد اللہ الحسینؑ کے لب مبارک کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے تو ایسا کیوں نہ کرے کیونکہ خاندان "عبد المطلب" سے وابستہ ان شہیدوں کے قتل سے تیرے زخمی دل کو بڑا سکون ملا ہے اور تیرا پرانا غم دور ہو گیا۔

"اے یزید! مطمئن رہ کہ ان لوگوں کی طرح تو بھی جلد ہی خداوند عالم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوگا اور اس وقت تو یہ خواہش کرے گا کہ کاش تو دنیا میں اندھا اور گونگا ہوتا۔ اے یزید! تو نے اپنے ہی جسم کو زخمی کیا ہے اور اپنے ہی بدن کے گوشت کو کاٹا ہے۔ تو بہرحال رسولؐ کے سامنے جائے گا اور "خطیرۃ القدس" میں انکے اہلبیت' اور جگر کے ٹکڑوں کو ان کے قریب پائے گا۔

"ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله ...... يرزقون"

یعنی تو ہرگز خیال نہ کرنا کہ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ہیں وہ مردہ ہیں' وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے روزی حاصل کرتے ہیں۔

اور بہت جلد تو اور جس نے تجھے اس کرسی پر بٹھایا ہے وہ غرضیکہ دونوں کو اس حقیقت کا اندازہ ہو جائے گا کہ ہم میں کون زیادہ بدکار اور فوج و لشکر

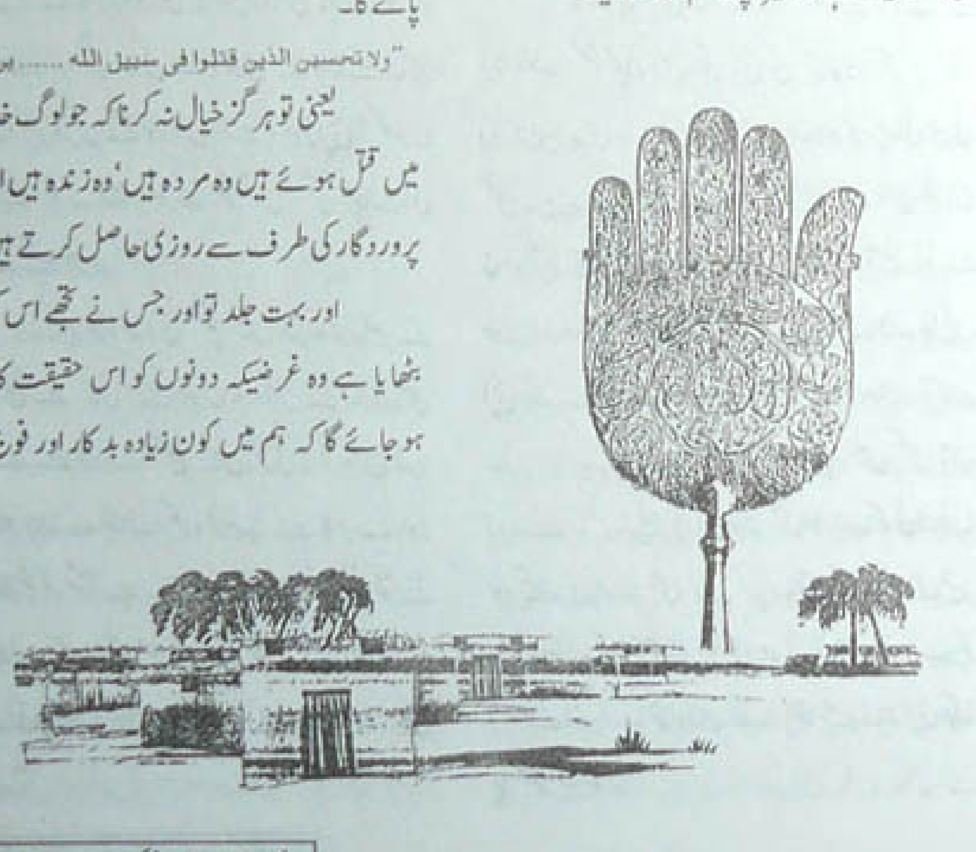

کے اعتبار سے زیادہ کمزور وناتواں ہے۔ اے یزید! تو اس دن کے بارے میں غور کر جب خداوند عالم قاضی ہوگا اور ہمارے جد بزرگوار تیرے مخالف ہوں گے اور تیرے اعضاء بدن تیرے خلاف گواہی دیں گے۔ اگر چہ اس دنیا میں تو نے ہم لوگوں کو مال غنیمت کی طرح اسیر وقیدی بنا رکھا ہے لیکن جلد ہی ہم تجھ سے جنگی خسارہ حاصل کرلیں گے .... تو ابن مرجانہ (عبیداللہ ابن زیاد) کے سایہ میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ بھی تیرا ہی دامن پکڑے گا۔ تو اور تیرے ساتھی عدل خداوندی کے سامنے عاجز وناتواں نظر آئیں گے اور اس وقت تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ فقط اہلبیتؑ محمدؐ ہی کشتی نجات کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

اے یزید! خدا کی قسم، میں خداوند عالم کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتی ہوں اور اس کے علاوہ کسی دوسرے سے شکایت بھی نہیں کرتی۔ تو جس قدر ممکن ہو ہمارے خلاف مکروفریب سے کام لے اور جتنے مظالم کرسکتا ہے اتنے کر کیونکہ خدا کی قسم تو نے ہم لوگوں کے ساتھ جو بد اخلاقی اور ظلم وناانصافی کی ہے اس کی ذلت وندامت کے گھیرے سے باہر نہ نکل سکے گا۔"

"جو لوگ شہید ہوں گے انہوں نے کارنامۂ حسینی انجام دیا۔ جو باقی رہ جائیں گے انہیں زینبی کام انجام دینا ہے "کُلُّ یَوْمٍ عَاشُوْرَہ وَکُلُّ عَرْضٍ کَرْبَلا۔"

قافلہ پیام کی قافلہ سالار حضرت زینبؑ نے اپنا خطبہ ختم کیا۔ علیؑ کی بیٹی کی شجاعانہ تقریر کے دوران یزیدی دربار پر غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یزید اور اس کے اردگرد جمع لوگ اس طرح خاموش تھے جیسے ان کے سروں پر طائر بیٹھے ہوئے ہوں اور وہ اس ڈر سے کہ کہیں یہ پرندے اڑنہ جائیں اپنی جگہ سے ذرہ برابر حرکت نہ کر رہے ہوں۔ "کان علی رؤ سہم الطیر۔" بھرے دربار میں کسی میں زور سے سانس لینے کی ہمت نہ تھی اور اب کوئی زینبؑ کو دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ کربلا کی اس شیر دل خاتون کی حق میں ڈوبی ہوئی آواز نے سب کو وحشت زدہ کر دیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے زمانہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا ہو۔

کچھ عرصہ تک زندان شام میں قیام کے بعد اسیروں کا یہ قافلہ شام سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ قافلے کے نگہبان نے پوچھا کہ اگر کوئی خواہش یا ضرورت ہو تو بیان کیجئے۔

زینبؑ نے کہا کہ "اگر ممکن ہو تو ہم لوگوں کو کربلا کی طرف سے لے چلو۔" نگہبان نے نہایت رنج وغم کے ساتھ جواب دیا۔ "بالکل ممکن ہے۔" اس کے بعد وہ کربلا کی طرف چل پڑا اور ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد دشت کربلا دور سے دکھائی دینے لگا۔

یہ امام مظلوم اور شہدائے کربلاؑ کے چہلم کی تاریخ تھی۔ اور اب بھی شہداء کے نورانی خون کی خوشبو خاک کربلا سے فضا میں بلند ہو رہی تھی۔

مقدس بی بیوں نے اپنے وارثوں اور چاہنے والوں کا بھرپور نوحہ وماتم کیا اور عزاداری وسوگواری کا یہ سلسلہ تین روز تک مسلسل جاری رہا۔

اس کے بعد یہ قافلۂ پیام مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

جی ہاں! واقعہ کربلا کے بعد صدیاں گزر چکی ہیں لیکن قافلۂ پیام کی قافلہ سالار حضرت زینبؑ کے شیرانہ خطبے کی آواز آج بھی کانوں سے ٹکرا رہی ہے اور وہ قافلہ آج بھی اپنی راہ پر گامزن ہے اور آئندہ بھی اس قافلے میں رکاوٹ یا ٹھہراؤ پیدا ہونے والا نہیں ہے بلکہ یہ ہمیشہ لوگوں تک یہ پیغام پہونچاتا رہے گا۔

"جو لوگ شہید ہوں گے انہوں نے کارنامۂ حسینی انجام دیا۔ جو باقی رہ جائیں گے انہیں زینبی کام انجام دینا ہے "کُلُّ یَوْمٍ عَاشُوْرَہ وَکُلُّ عَرْضٍ کَرْبَلا۔"

☆ ☆ ☆